مدارس — اسلام اور پاکستان کے تحفظ کے قلعے ہیں

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ نے صحیح بخاری کی آخری حدیث کے درس کے موقعہ پر سامعین سے موجودہ حالات کے تناظر میں ایک اہم اور خصوصی خطاب فرمایا۔ افادۂ عام کی غرض سے قارئین وفاق المدارس کے لیے اس کی تلخیص شائع کی جارہی ہے۔ ——— (ادارہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اعمال ضائع نہیں ہوتے، جیسا کہ حدیث میں آپ نے پڑھا ہے کہ: انسان دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کے اعمال بھی ختم ہوجاتے ہیں سوائے تین اعمال کے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ''ولد صالح یدعولہ'' یعنی نیک صالح بیٹا جو اپنے والدین کے لیے دعا کرے۔ اس کے نیک صالح بیٹے کی دعا اور اس کے نیک اعمال کا اجر برابر ان کے مرحوم والدین کو پہنچتا رہتا ہے۔ تو وہ طلبہ جن کے والدین یا ان میں سے ایک زندہ ہیں، آج کا دن ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشی کا دن ہے اور جو طلبہ اس نعمت سے محروم ہوچکے ہیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان کے والدین کی روحیں آج خوش ہورہی ہوں گی کہ میرے بیٹے نے آج علم کا ایک مرحلہ پورا کرلیا ہے۔

جس طرح یہ طلبہ اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، اسی طرح میں اپنے ان بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں جنھوں نے علماء سے اپنا تعلق جوڑا ہوا ہے، جنھوں نے ان مدارس کی (جو آج دشمنوں کی آنکھوں کا کانٹا بنے ہوئے ہیں) خدمت کی، یہ طلبہ آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہیں۔ یہ احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین محض زبان سے کہنے کے نہیں ہوتے، بلکہ وحی کے ذریعہ اللہ پاک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا اور یہ حدیث آپ کے لیے خوشخبری بھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لاحسد الا فی اثنتین: رجل آتاہ اللّٰہ فھو یقضی بھا ویعلمھا ورجل آتاہ اللّٰہ المال فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق''۔

''دو چیزیں قابل رشک ہیں، ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے علم دیا ہے قرآن اور حدیث کا علم دیا ہے، وہ اسے پھیلا رہا ہے، یہ قابل رشک ہے (یہ کرسیاں اور یہ بڑے بڑے مناصب، یہ مال و دولت یہ قابل رشک نہیں ہیں، قابل رشک وہ ہیں جن کے ذریعہ ہدایت پھیل رہی ہے) اور دوسرا وہ انسان جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس کو مسلط کردیا کہ وہ حق اور نیک کاموں میں صرف کرتا رہے (وہ اسے عیاشی میں صرف نہیں کرتا کہ چلو مال آگیا ہے، اب یورپ بھاگو، امریکہ بھاگو اور فلاں جگہ بھاگو، عیاشی کرو۔ نہیں! بلکہ اس مال سے

آخرت کمار ہا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی زندگی قابل رشک ہے"۔

تو آپ کی زندگی قابل رشک ہے، اسی لیے اس کا خیال رکھو۔

ہمارے بزرگ اور اساتذہ، فارغ ہونے والے طلبہ سے فرمایا کرتے ہیں کہ آج تک تمھاری حیثیت اس بچہ کی ہے جو چلنا سیکھتا ہے، اس کا باپ یا کوئی بڑا اس کی انگلی پکڑ کر اس کو چلاتا ہے، کیونکہ بچے کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ابھی تک آپ بچے تھے، آپ کو ان کتابوں کے سمجھنے کے لیے، دین کو سمجھنے کے لیے استاذ کی ضرورت تھی، اب آپ اس مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں کہ اب آپ کو استاذ کے بغیر خود چلنا ہے، اب آپ کو خود مطالعہ کرنا ہے، ان کتابوں کے ساتھ ایسا تعلق جوڑیئے کہ بس آپ اور کتاب لازم وملزوم ہوں، کتاب تمھارا اوڑھنا بچھونا ہو، مطالعہ تمھارا اوڑھنا بچھونا ہو، تو انشاء اللہ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ کی طرف سے آپ کے فہم اور تفقہ کے کتنے دروازے کھلتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا "(العنکبوت:٦٩)"اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں"۔

اسی طرح ابھی تک آپ پڑھنے میں لگے رہے، ہوسکتا ہے کہ بعضوں کو تزکیہ نفس کا موقع نہ ملا ہو، یاد رکھیے! قرآن کریم نے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض، تعلیم اور حکمت ذکر کیے ہیں وہاں پر"ویزکیھم" اور تزکیہ کو بھی ذکر کیا ہے۔ چاہے اس تزکیہ کا نام آپ تصوف رکھیں یا اخلاق رکھیں، آپ اس کو بھی سیکھیں، یہ بھی ضروری ہے۔

ایک انسان ڈرائیونگ کی کتاب پوری یاد کرلیتا ہے، لیکن وہ کسی گاڑی کے اسٹیرنگ پر بیٹھتا نہیں ہے، کسی استاذ سے سیکھتا نہیں ہے، اگرچہ ساری کتاب اسے یاد ہے لیکن گاڑی اسٹارٹ کرنا اسے اس وقت تک نہیں آئے گا، جب تک کہ کسی استاذ کے پاس، کسی سکھانے والے کے پاس نہ بیٹھے۔ قرآن کریم اور احادیث میں آپ نے اخلاص کا پڑھا ہے اور قلبی امراض کا پڑھا ہے، دل کے امراض بھی ہوتے ہیں، جیسے ظاہری اعمال برے ہوتے ہیں، اندر (باطن) کے اعمال بھی برے ہوتے ہیں، جس طرح ظاہری جسم کا علاج ہوتا ہے، اسی طرح روحانی امراض کے علاج کے لیے روحانی حکیم و ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا، جن کو ہم بزرگ سے تعبیر کرتے ہیں، پیر سے تعبیر کرتے ہیں، صالح سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسی اللہ کے بندے سے اپنا تعلق جوڑو اور اس کے بعد کچھ اللہ اللہ شروع کردو پھر اندازہ لگائیں گے کہ آپ کے علم میں کتنی ترقی ہوتی ہے۔ آپ اس نعمت کو نہ بھولیے۔ یوں سمجھیے کہ اللہ اللہ کرنا علم کی نعمت کا شکر کرنا ہے، جتنا انسان اللہ کا شکر کرسکتا ہے، اس میں کمی نہیں آنی چاہیے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں، دین کے معاملہ میں ہم قدم قدم پر علماء کے محتاج ہیں یا نہیں؟ جس طرح قدم قدم پر ہم ڈاکٹر اور دوسرے پیشوں سے منسلک حضرات کے محتاج ہیں، اسی طرح دین کے معاملہ میں ہم علماء کے بھی محتاج ہیں۔ کوئی آج کہہ سکتا ہے کہ ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں؟ ایسا کہنے والا انسان برے طریقے سے مرے گا، اس لیے کہ بیماریاں تو انسان کو لگی رہتی ہیں۔ تو میرے بزرگو اور بھائیو! آپ کی محنت جو آپ نے ان مدارس کے ساتھ تعاون کی صورت میں کی ہے، وہ آج آپ کے سامنے ہے، تین سو چالیس کے قریب یہ وہ طلبہ ہیں جو آج علماء بن گئے ہیں اور سو کے قریب

طالبات ہیں، جنھوں نے علم دین حاصل کیا اور آج وہ طالبات بھی عالمہ بن گئی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جی علماء تعلیم نسواں کے خلاف ہیں، یہ جھوٹا بہتان علماء پر باندھا جاتا ہے، علماء نے عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کتنا اہتمام کیا ہے، پاکستان کے ہر شہر میں جگہ جگہ بنات کے مدرسے بنائے گئے ہیں، جہاں ماشاء اللہ طالبات کو تعلیم دی جاتی ہے۔ تو آج آپ کے اس ادارہ سے بھی جہاں یہ طلبہ فارغ التحصیل ہو رہے ہیں، وہاں طالبات بھی فارغ ہو رہی ہیں اور میں ان طالبات کو بھی مبارک باد دیتا ہوں اور ان سے بھی یہی کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے یہ علم کی نعمت دی ہے، آپ اس علم سے اپنے تعلق کو باقی رکھیں، اس علم کو خوب سمجھو، خود عمل کرو اور اپنے گھروں میں عمل کرانے کی کوشش کرو، تاکہ آپ کے گھر والے یہی سمجھیں کہ یہ بچی تو ہمارے لیے رحمت بن کر آئی ہے، ہم تو اندھیروں میں تھے، اس نے آکر علم کے ذریعہ روشنی دی ہے، آپ کے اخلاق اور اعمال ایسے ہوں کہ آپ کے عمل کو دیکھ کر دوسروں کو رشک آئے، ان کو ہدایت ملے اور مزید یہ کہ گھر کی ذمہ داریوں کو بھی اپنے لیے فریضہ سمجھیں، علم سے تعلق کا یہ معنی نہیں کہ آپ گھر کا کام کاج چھوڑ دیں کہ میں عالمہ بن گئی ہوں، نہیں! بلکہ ماں باپ کی خدمت، بہن بھائیوں کی خدمت، شادی کے بعد شوہر اور اسی طرح ساس سسر وغیرہ کی خدمت یہ بھی آپ کی اخلاقی ذمہ داریوں میں شامل ہونا چاہیے۔

فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ ہوں یا طالبات، ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ مجھے کسی نہ کسی جامعہ یا مدرسہ میں تدریس کا موقعہ ملے، ہر ایک کو حسب منشا موقعہ ملنا شاید مشکل ہو اس لیے کہ اتنے مواقع کہاں مل سکتے ہیں؟ طالبات کو چاہیے کہ کم از کم اپنے گھروں کے اندر محلے کے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھانا شروع کر دیں، ان کو دین کی موٹی موٹی باتیں سکھانا شروع کر دیں، انشاء اللہ اس سے اللہ پاک آپ کے لیے مزید راستے کھولے گا، علم دین کا حاصل ہونا اور اس سے تعلق رکھنا بہت بڑی نعمت ہے۔

ان فارغ التحصیل طالبات کے والدین کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھی اس کا خیال رکھیں، یہ نہ ہو کہ آپ ان کو گھر کی ماسیاں بنا دیں اور چوبیس گھنٹے باورچی خانہ اور صفائی میں مصروف رہیں، بلکہ ان کو تھوڑا وقت دیجیے تاکہ وہ مطالعہ بھی کریں، کچھ پڑھیں بھی اور آپ کی خدمت بھی کریں، دونوں کام ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں، ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی غلط تصرف کی وجہ سے دوسرے لوگ دین سے بدظن ہوں یا مدرسوں کو بدنام کریں، عزیز طالبات! اس علم کو آپ اپنے خاندان کے لیے رحمت کا ذریعہ بنائیں، فتنہ اور انتشار کا ذریعہ نہ بنائیں، حکمت اور مصلحت، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کا بھرپور پاس رکھیں۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے علماء اتنا بڑا کام کر رہے ہیں، ہم حکومت سے کوئی ایک پیسہ نہیں لیتے، سارا کام اللہ پاک اپنے نیک بندوں کے ذریعے چلا رہا ہے مگر اس کے باوجود دین دشمن ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، حقارت کی نظر سے ان علماء کو دیکھتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے، گالیاں دی جاتی ہیں اور غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ مجھے تو حیرانی ہوتی ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان علماء کا شکریہ ادا کریں کہ جو کام تمھیں کرنا چاہیے تھا، مفت میں وہ کام علماء کر رہے ہیں۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی یونی ورسٹی، کسی کالج یا کسی اسکول کے فنکشن میں چلے جائیں، آپ اس فنکشن کا منظر دیکھو، اور آج اس منظر کو بھی دیکھو، اللہ کے دین پڑھنے والوں کے چہروں کو دیکھو کہ جن کے چہروں پر نور برس رہا ہے، ان کو دیکھو جو شب و روز محنت کرتے ہیں، جن کے پاس کھیل کا وقت نہیں ہے، جن کے پاس تفریح کا وقت نہیں ہے، آپ رات کے گیارہ بجے آئیں، ان کو محنت کرتا ہوا دیکھیں گے، یہ وہ ہیں جو راتوں کو اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑاتے ہیں، روتے ہیں، یہ وہ ہیں جو اپنے استاذوں کی جوتیاں اٹھانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں، ان کا مقابلہ آپ ان سے کرتے ہیں جو اپنے استادوں کو قتل کرتے ہیں، ان کو زخمی کرتے ہیں، کس قدر لائق افسوس ہے۔

ہمارے ہاں محبت کی تعلیم دی جاتی ہے "انما المؤمنون اخوۃ" کا نمونہ آپ کو یہاں نظر آئے گا، جا کر دیکھو ایک ہی کمرہ میں مختلف صوبوں کے، مختلف زبانوں کے طلبہ رہتے ہیں اور شیر و شکر کی طرح رہتے ہیں، ہمارے ہاں کوئی پارٹی بازی نہیں ہے، کسی زبان کی، کسی صوبائیت کی تفریق نہیں۔

میں ایک مثال دیا کرتا ہوں، سورۃ بقرہ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون کل آمن باللّٰہ وملئکته وکتبه ورسله لانفرق بین احد من رسله" (بقرہ:۲۰۵)

"مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی، سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو، کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے"۔

یہ مدارس تعلیم دیتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہے، ایک پیغمبر کا انکار سب پیغمبروں کا انکار ہے، اور نہ صرف یہ کہ ان انبیاء پر ایمان، بلکہ احترام اور محبت کا حکم ہے۔ ہم تمام انبیاء سے محبت کرتے ہیں، محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کسی مسلم گھرانے میں چلے جائیں، کسی فیملی میں چلے جائیں، آپ کو کسی نہ کسی پیغمبر کا یا اس کی ماں کا نام ملے گا۔ میرا چھوٹا سا گھرانہ ہے، اس میں تین پیغمبروں کے نام ہیں، یعقوب، یوسف، اسحاق اور مریم، یہ محبت کی دلیل نہیں ہے تو کیا ہے!

اس کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب والے ایک پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں، باقی سب کا انکار کرتے ہیں اور صرف انکار نہیں، بلکہ ان کی بے ادبی اور گستاخی بھی کرتے ہیں، یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے باقی سب انبیاء کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ برے برے القاب دیتا ہے۔ عیسائی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے باقی سب کا انکار کرتا ہے۔

آپ نے کسی یہودی یا عیسائی کو دیکھا کہ اس نے اپنا نام یا اپنے بچے کا نام محمد رکھا ہو؟ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رکھا ہو؟ فاطمہ، عائشہ رکھا ہو؟ خدا کے لیے بتاؤ کون متعصب ہے؟ مسلمان ہے یا یہ متعصب ہیں؟

اسلام احترام سکھاتا ہے، ہم کسی پیغمبر کا نام لیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں: علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت

موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، آپ بتائیں کون متعصب ہے؟

یہودیوں کے ہاں ایک اصول ہے کہ جھوٹ کو اتنا عام کرو کہ لوگ سمجھیں یہی سچ ہے۔ مغربی میڈیا نے ان مدرسوں کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا ہے اور کر رہا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہر آدمی یہی سمجھے کہ واقعی یہاں دہشت گردی ہو رہی ہے۔ آج تک یہ ظالم دہشت گردی کی تعریف تک تو کر نہیں سکے کہ دہشت گردی، ہے کیا؟ لیکن ایک ہوّا کھڑا کر دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دینِ اسلام کے دشمن ہیں، دین کو ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کا بس چلتا تو یہ مدارس پر تالے لگا لیتے، وہ نہیں ہوا تو پھر علماء کے قتل کی سازش شروع ہوگئی، کتنے علماء قتل ہوئے اور خاص طور پر اس ادارے کے ایسے علماء شہید کیے گئے جن میں کا ایک ایک عالم ہزاروں پر بھاری تھا، ان کو تو اللہ نے اونچے درجے دیئے ہیں اور ان ظالموں نے اُن کی دنیا خراب کی لیکن انھوں نے ان کی آخرت خراب کردی۔

اسی طرح دوسری سازش یہ ہوئی کہ ان مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہاں دہشت گردی ہوتی ہے، یہاں یہ ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں یہ دہشت گرد بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بتائیں جہاں قال اللہ وقال الرسول پڑھایا جاتا ہو، وہاں دہشت گردی ہوتی اور یہ طلبہ، یہ دہشت گرد ہیں؟

پھر ایک سازش یہ ہوئی اور مسلسل ہو رہی ہے کہ تم ان مدارس کے نصابِ تعلیم میں تبدیلیاں کرو، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ غیر عالم کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ آکر علماء کو مشورہ دے کہ تم یہ بھی کرلو؟ یہ تو نبوت کا علم ہے، وحی کا علم ہے، اس کے لیے وہ علماء جو اس فن کو جانتے ہیں، وہی اس کا نصاب بنائیں گے اور وہ نصاب بنائیں گے جس کو مفید سمجھیں گے۔ ہمارے ہاں مدارس کے نظام و نصابِ تعلیم کے لیے تنظیمیں قائم ہیں، مثلاً وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس العربیہ وغیرہ اس طرح کے پانچ قسم کے وفاق ہیں۔ ہمارا وفاق "وفاق المدارس العربیہ" کے نام سے ہے اور ہمارے ہاں نصاب کے لیے ایک مستقل کمیٹی ہے جو اس نصاب میں اصلاح کرتی ہے، اس میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے، میں خود اس کا ممبر ہوں۔

ہمارے اسلامی دور میں جب بغداد میں بڑے بڑے مدرسے تھے، وہاں کے حکمران خود بھی بڑے علماء ہوتے تھے، وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس دین کو پڑھائیں۔ اس دور کے ایک حکمران نے ایک رات حلیہ بدل کر چکر لگایا کہ دیکھیں طلبہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ اب وہ چکر لگا رہا ہے اور ہر طالب علم کے پاس جا کر پوچھتا ہے کیوں پڑھ رہے ہو؟ کوئی کہتا میں بڑا قاضی بنوں گا، کوئی کہتا ہے جج بنوں گا، کسی نے کہا میں خطیب بنوں گا، حالانکہ انھوں نے ان مناصب کا نام لیا جو دینی منصب ہیں، اب یہ بے چارہ دل میں سوچتا ہے کہ بھائی ایسے مدرسہ کو تو بند کرنا چاہیے، ان کا مقصد تو خالص دنیا ہے، تنخواہیں ہے، وہ حکمران بددل ہوگیا، نکلتے نکلتے دیکھا کہ ایک صوفی سا طالب علم بیٹھا پڑھ رہا ہے، اس نے سوچا چلو بھائی اس سے بھی پوچھ لو۔ اس کے پاس جا کر کہا السلام علیکم! بھائی آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ طالب علم نے پہلے تو سلام کا جواب دیا پھر کہا: جناب اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے

احکام نازل کیے ہیں، تاکہ میں سنت رسول اللہ کی صورت میں، یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے ذمے اللہ نے کیا فرائض عائد کیے ہیں تاکہ میں ان کو بجالاؤں اور کن چیزوں سے مجھے روکا ہے ان چیزوں سے میں رک جاؤں، اس لیے پڑھتا ہوں۔ وہ حاکم ایک دم چونکا اور اس کی ساری رائے بدل گئی اس نے کہا جس ادارے میں اس جیسا ایک طالب علم بھی ہے، اس ادارے کو بند نہیں کرنا چاہیے، دیکھیے اس دور کے مسلمان حکمران تو دینی مناصب کی غرض سے پڑھنے پر بھی خوش نہیں ہورہے اور آج ہمیں کہا جارہا ہے کہ یہاں سے طلبہ نکلیں اور بینک میں ملازمت کریں (نعوذ باللہ) کوئی سمجھ کی بات کرو۔

ہمارے بعض لوگ جن کو اسلام کے بارے میں، معلوعات عامہ (جنرل نالج) کے بارے میں کچھ شد بد ہے وہ بھی مسلمانوں کو غلط مشورے دیتے ہیں، ایک کالم نویس نے لکھا کہ: قرآن خود پڑھو، مسلمانوں سے کہہ رہا ہے قرآن خود پڑھو، خود سمجھو، قرآن پر خود عمل کرو' سننے میں یہ بڑے میٹھے اور اچھے کلمات ہیں لیکن یہ زہر سے بھرے ہوئے ہیں، میں آپ کو صرف ایک جملے سے اس کا جواب دیتا ہوں، آپ خود سمجھ جائیں گے، اگر یہی کالم نویس یہ لکھے کہ ڈاکٹروں نے ٹھیکہ نہیں لیا علاج کا، مسلمانو! میڈیکل خود پڑھو، خود سمجھو، خود علاج کرو تو جو حکم آپ اس کے بارے میں لگائیں گے، اس سے زیادہ بدتر حکم اس کے بارے میں لگائیں جو یہ کہتا ہے کہ قرآن کو خود پڑھو، خود سمجھو، خود عمل کرو۔

صحابہ کرامؓ جن کی زبان عربی، وہ تو قرآن کریم خود سمجھ نہیں سکتے، خود نہیں پڑھ سکتے اور خود عمل نہیں کرسکتے اور ان کے لیے تو معلم کی ضرورت ہے اور معلم بھی وہ جو اللہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے، جس پر وحی آتی ہے، وہ تو معلم کے محتاج ہیں اور آج کل یہ جاہل کہتا ہے کہ نہیں خود پڑھو اور خود سمجھو۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث میں آتا ہے ''ضلوا فاضلو'' خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

میں عرض کررہا تھا کہ ہمارا ایک بورڈ ہے جس کا نام وفاق المدارس ہے اور ان طلبہ کا امتحان وہی وفاق لیتا ہے، جو کامیاب ہوتا ہے وہ اسے ڈگری دیتا ہے، ۱۹۷۴ء میں آپ کی پارلیمنٹ نے یہ طے کیا ہے کہ مدرسوں کی یہ ڈگری ڈبل ایم اے ہے۔ ڈبل ایم اے یعنی عربی کے اندر بھی اور اسلامیات کے اندر بھی تو اس تعلیم کو آپ حضرات معمولی نہ سمجھیں۔

یہ مدارس چوں کہ یہاں سے دین پھیلتا ہے، روشنی پھیلتی ہے، اعداء اسلام کی آنکھوں میں کانٹا بنے ہوئے ہیں، اس لیے ان کے خلاف پروپیگنڈہ ہورہا ہے اور ان کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں۔ ہمیں افسوس تو اس پر ہے کہ ہمارے حکمران بھی ان کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، یہ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، حالاں کہ ان کو چاہیے تھا کہ یہ شکریہ ادا کرتے کہ علماء ہمارے محسن ہیں۔

یہ کوئی انصاف ہے کہ پٹاخہ بجتا ہے لندن میں اور بھونچال آجاتا ہے اسلام آباد میں۔ بچیوں کا اسکول، پاکستان میں سب سے بڑا مدرسہ، جہاں باپردہ بچیاں تعلیم حاصل کررہی ہیں، کوئی قرآن پڑھ رہی ہے، کوئی مطالعہ کررہی ہے، وہاں پولیس گھستی ہے، اندر شیلنگ کرتی ہے، اگر وہ بھاگتی ہیں تو ان کو گرا کر ڈنڈے مارے جاتے ہیں، عورتوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق کے نعرے لگائے جاتے ہیں، تمھارا عورتوں کے ساتھ یہ سلوک ہے؟ کیا تمھاری بہنیں نہیں ہیں؟ تمھاری بچیاں نہیں ہیں؟

اقوام متحدہ اور ہر ملک کے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ ہر شخص کو تعلیم کا حق حاصل ہے اور پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہر ملک کے طلبہ چاہے دینی تعلیم ہو یا عصری تعلیم کے لیے ایک دوسرے ملک میں آتے جاتے ہیں، ہمارے ہزاروں پاکستانی بچے انگلینڈ میں، امریکہ میں اور دوسرے مختلف ممالک میں پڑھ رہے ہیں، جاپان میں پڑھ رہے ہیں، پچھلے دنوں میرا وہاں جانا ہوا، وہاں ہمارے پاکستانی بچے پڑھ رہے ہیں، عرب پڑھ رہے ہیں، وہاں تعلیم ہر شخص کا حق ہے اور پھر آپ نے ان کو ویزے دیئے (N.O.C) اور اسٹڈی ویزے دیے ہیں، وہ بے چارے یہاں پڑھنے کے لیے آئے اور آپ کہتے ہیں فوراً نکلو، فوراً نکلو، یہ کیا تاثر لیں گے کہ ان کے ساتھ آپ کی دوستی ہے یا دشمنی ہے؟

آپ کے اسی ملک میں ہزاروں مسلمان اور غیر مسلم ملکوں کے طلبہ اسکول، کالجوں میں پڑھتے ہیں اور آپ کی حکومت ان کو وظیفہ دیتی ہے، اسکالر شپ دیتی ہے، اگر آپ کو نکالنا ہے تو پھر سب کو نکالو، کیا وہ کوئی فرشتے ہیں اور یہ بے چارے مسکین تو آئے ہی پڑھنے کے لیے ہیں، جن کا سوائے پڑھنے کے اور کوئی کام نہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ ایک طالب علم نے مجھے بتلایا، یہ کافی دن پہلے کی بات ہے کہ میں جب سے یہاں آیا ہوں تو چھ مہینے تک مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ جناح صاحب کا مزار کہاں ہے؟ یعنی وہ اپنی تعلیم میں اتنا منہمک تھا کہ جامعہ کی چار دیواری سے باہر کا اسے کچھ پتہ ہی نہیں۔

یہاں سے پڑھ کر جانے والے طلبہ بلا تنخواہ ہمارے سفراء ہیں، آپ کے ملک کی نیک نامی کا باعث بنتے ہیں، اس لیے کہ وہ جا کر پاکستان کی تعریف کرتے ہیں، میں نے خود سنا اور دیکھا، چنانچہ سری لنکا میں ہم گئے، ہمارے ایک فاضل کی شادی تھی، ولیمے کے دن دیکھا کہ پاکستان ایمبسی کے سارے لوگ وہاں جمع ہیں، میں نے اس فاضل سے کہا: بھائی! یہاں عرب ملکوں کے سفیر ہیں اور دوسرے اسلامی ملکوں کے سفیر ہیں، تمھیں صرف پاکستان ہی ملا ہے جن کو آپ نے دعوت دی۔ کہنے لگے: جی پاکستان ہمارا ملک ہے، پاکستان کے ہم پر احسانات ہیں، انھوں نے ہمیں ویزے دیئے، سہولتیں دیں، ہم نے وہاں پر علم حاصل کیا، آج ہم یہاں دین کی خدمت کر رہے ہیں، ہم کیوں نہ ان کو بلائیں۔

حضرت بنوریؒ جو اس باغ کے لگانے والے ہیں مرحوم ضیاء الحق کے سامنے میز پر بیٹھے تھے جنرل چشتی، چیف جسٹس اور کئی دوسرے حضرات تھے، ساتھ والی کرسی پر میں تھا، سب ہی سن رہے تھے، حضرت بنوریؒ نے فرمایا: جنرل صاحب! دو ادارے ایسے ہیں جن سے پاکستان کی نیک نامی ہے۔

۱۔ایک دینی مدارس، جب یہاں سے طلبہ پڑھ کر جاتے ہیں تو مسلمان خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاکستان کتنا اچھا ملک ہے جو ہمیں علماء مہیا کرتا ہے، جو ہمیں قاری مہیا کرتا ہے، جو ہمیں حافظ مہیا کرتا ہے۔

۲۔اور دوسری تبلیغی جماعت جو اپنا پیسہ، اپنا وقت خرچ کر کے باہر جاتے ہیں، مسلمانوں سے ملتے ہیں، وہاں کے مسلمان خوش ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پاکستان سے آ کر یہ لوگ ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کہنا کہ یہاں سے نکل جاؤ، وہ روتے ہوئے بے چارے باہر جاتے ہیں۔

اور میں آپ کو "الدین النصیحة" خیر خواہی کے جذبے سے کہتا ہوں خدا کی قسم! اگر ان اللہ کے مہمانوں کی آہ

لگ گئی تو تمھاری نسلیں تباہ ہوجائیں گی، تم خود بھی تباہ ہوگے اور تمھاری نسلیں بھی تباہ ہوں گی۔ بجائے اس کے کہ تم ا
کچھ سہولتیں دیتے، الٹا انہیں بدنام اور دیس نکالا دے رہے ہو؟ بے گناہ طلباء کو بدنام کرنا اور ان پر ظلم کرنا یہ کون سا کار
ہے؟ ہاں کوئی بھی چاہے غیر ملکی ہے یا پاکستانی، اگر آپ اس کو کسی جرم میں پکڑتے ہیں آپ اس کو سزا دیں بلکہ تم سے
اسے ہم سزا دیں گے، لیکن جو بے چارے یہاں صرف پڑھتے ہیں اور پڑھ کر چلے جاتے ہیں انھوں نے کون سا جرم ک
کیا دین سیکھنا جرم ہے؟

میں اپنے طلبہ سے کہہ رہا ہوں جس ادارے سے آج آپ پڑھ چکے ہیں اور اس مرحلے تک پہنچے ہیں یہ بڑی
بلڈنگیں ماشاء اللہ یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، اس کی ابتداء اس مسجد سے ہوتی ہے، جب اسی مسجد کا پلستر بھی نہیں
تھا، اس میں تپائیاں بھی نہیں تھیں، پنکھے بھی نہیں تھے، ایک استاذ وہاں بیٹھ رہا ہے، ایک اس کونے میں بیٹھ رہا ہے، ا
اس کونے میں بیٹھ رہا ہے، انہیں اوائل طلبہ میں سے جنھوں نے اس کھردری زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی ہے، ا
تمھارے سامنے بیٹھا ہے (مراد خود ڈاکٹر اسکندر صاحب ہیں)۔

حضرت بنوریؒ فرماتے تھے جب میں نے کام شروع کیا تو اللہ کے سوا میرا کوئی مددگار نہیں تھا اور دس طلبہ س
مدرسہ شروع کیا اور تین سو روپے قرض لے کر میں نے فی طالب علم تیس روپے کے حساب سے ان کو وظیفہ دیا، اس و
پیسے کی قیمت تھی، تیس روپے ایک طالب علم کو وظیفہ ملتا تھا اور یہاں ایک حاجی صاحب کا ہوٹل ہوتا تھا، جہاں طلبہ قیمتاً
لیتے تھے، چار آنے میں طالب علم کا پیٹ بھر جاتا تھا، یہاں سے یہ مدرسہ شروع کیا اور کرتے کرتے یہاں تک پہنچا
چونکہ وہ اللہ کے نیک بندے تھے، اللہ نے ان کے کام میں برکت دی، ان کی زندگی میں یہ سب کچھ ہوا ہے، انہیں
دعائیں ہیں، ان کے بعد ترقی کی منازل طے کرتے کرتے آج پندرہ سولہ شاخیں کراچی میں مختلف جگہوں پر کام کر
ہیں اور بعض شاخیں ایسی ہیں آپ جا کر دیکھیں، آپ کہیں گے، یہ شاخیں نہیں بلکہ یہ مستقل ایک ادارہ ہے۔

میں اپنے حکمرانوں سے کہتا ہوں، خدا کے لیے اپنی آخرت خراب مت کرو، اگر تم کامیابی چاہتے ہو، تو "ک
عالماً او متعلماً او محباً ولا تکن رابعاً فتھلك" پر عمل کرو۔ یعنی عالم بنو یا سیکھنے والے بنو یا ان سے محبت ک
والے بنو، ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ تم اگر بجائے محبت کے ان طلبہ کے دشمن بن گئے تو پھر ہلاکت کا راستہ کھلا ہوا ہے،
کے مہمان ہیں، جو اللہ کے مہمانوں کو چھیڑے گا اور اس پر ان کی آہیں نکل گئیں تو پھر اپنے انجام کی فکر کرو! خدا ک
کچھ سوچو۔ پاکستان اللہ نے ہمیں ایک نعمت کے طور پر دیا ہے ہم جب چھوٹے چھوٹے تھے، سنتے تھے، پاکستان کا م
کیا؟ "لا الہ الا اللہ" تو لا الہ الا اللہ کی برکت تھی کہ پاکستان بنا، اب اس کا شکر، یہ ہے کہ دین کو مضبوطی سے پکڑو۔

ہمارے حضرت بنوریؒ اسی منبر پر بیٹھ کر اس وقت کے حکام سے (اس وقت مشرقی پاکستان ساتھ تھا) فرمایا
تھے کہ سیاست کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم دین کو مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ ان دو ٹکڑوں کو ملانے والی سوائے اسلا
اور کیا چیز ہے؟ ظاہری طور پر مشرقی پاکستان اتنا دور اور درمیان میں دشمن ہے، دونوں کی زبان اور ثقافت اور ہر چیز
ہے اگر کوئی ملانے والی چیز ہے تو وہ ایمان کا رشتہ ہے، یہ رشتہ جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہم مضبوط ہوں گے۔ میں تو کہتا

بچا ہوا پاکستان اس کو بھی ملانے والی جو چیز ہے وہ صرف اور صرف ایمان واسلام ہے، اگر کامیابی اور بقا چاہتے ہو تو اسلام کو مضبوطی سے پکڑو، اللہ کی نافرمانیوں سے بچو اور ناشکری مت کرو۔

ایک حاکم کا بہت اونچا دماغ ہونا چاہیے، وہ حاکم امت کے بارے میں سوچے، اس کے اخلاق اچھے ہوں، اس کے اعمال اچھے ہوں، آج پورا ملک بدامنی میں گھرا ہوا ہے، نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ مال محفوظ، نہ عزت محفوظ، تم حکومت کرنے میں ناکام ہو چکے ہو، قوم کی جان، مال، عزت وآبرو کی تمھیں کوئی فکر نہیں ہے، فکر ہے تو اس بات کی کہ تم پتنگ اڑاؤ، ناچو، گاؤ اس سے تم ترقی کرو گے؟ ایک مسلمان حاکم کی سوچ کتنی اونچی ہوتی ہے، اس پر ایک مثال دے کر بات ختم کرتا ہوں۔

غالباً ہارون رشید کا واقعہ ہے، پوری اسلامی دنیا کا حکمران، اس کے دربار میں ایک شخص آتا ہے، کہتا ہے، امیر المؤمنین! ایک کرتب جانتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ کرتب آپ کے سامنے آپ کو دکھاؤں، وہ کرتب یہ ہے کہ میرے پاس ایک سو سوئیاں ہیں، ایک سوئی کو زور سے زمین پر میں یوں پٹختا ہوں وہ کھڑی ہو جاتی ہے، دوسری کو مارتا ہوں اس کے سوراخ میں چلی جاتی ہے، تیسری اس کے سوراخ میں، اسی طرح کرتے کرتے سو کی سو سوئیاں ایک دوسرے کے سوراخ میں چلی جاتی ہیں اور سوئیوں کا اس طرح ایک درخت بن جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو واقعی یہ بڑی مہارت کی بات ہے، بادشاہ نے کہا کرتب دکھاؤ، اس نے کرتب دکھانا شروع کیا، جب کرتب پورا ہوا، امیر المؤمنین نے اعلان کیا کہ ایک سو دینار اسے انعام دیا جائے، وہ آدمی بڑا خوش ہوا کہ میری قدر ہوئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد دوسرا اعلان کیا کہ اس کو ایک سو کوڑے لگاؤ، وہ شور کرنے لگا، رونے لگا اور کہنے لگا امیر المؤمنین! میں نے کیا قصور کیا؟ امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ انعام تو اس لیے دیا کہ یہ ایک فن ہے، واقعی تو نے اس فن میں محنت کی ہے، لیکن سو کوڑے اس لیے لگوائے کہ تیری اس ساری محنت سے امت کو کیا فائدہ؟ یہ تھی ایک حکمران کی سوچ کہ تمھاری اس محنت سے امت کو کیا فائدہ پہنچا، تو نے اپنی محنت ضائع کی؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں، یہ تمھاری پتنگ بازیاں اس سے امت کو کیا فائدہ پہنچا؟ بیسیوں کو پتنگ بازی کے ذریعہ تم نے ہلاک کیا، سینکڑوں کو زخمی کیا، بے حیائی اور زیادہ پھیلی، اور پتہ نہیں دنیا جہاں کے اور کیا کیا خرافات ہوتے ہیں؟ کیا یہ ترقی ہے؟ اور یہ سوچ ہے حکمرانوں کی؟ پتنگ بازی تو بچوں کا کام ہے۔ حدیث میں ہے: ”لزوال الدنیا اھون علی اللّٰہ من قتل المؤمن “۔ ”دنیا ومافیہا تباہ ہو جائے اللہ کے ہاں اتنا نقصان والی بات نہیں ہے جتنا کہ ایک مسلمان شخص کے قتل ہو جانے کا نقصان ہے“۔

اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے، اللہ پاک محفوظ فرمائے۔

☆☆☆